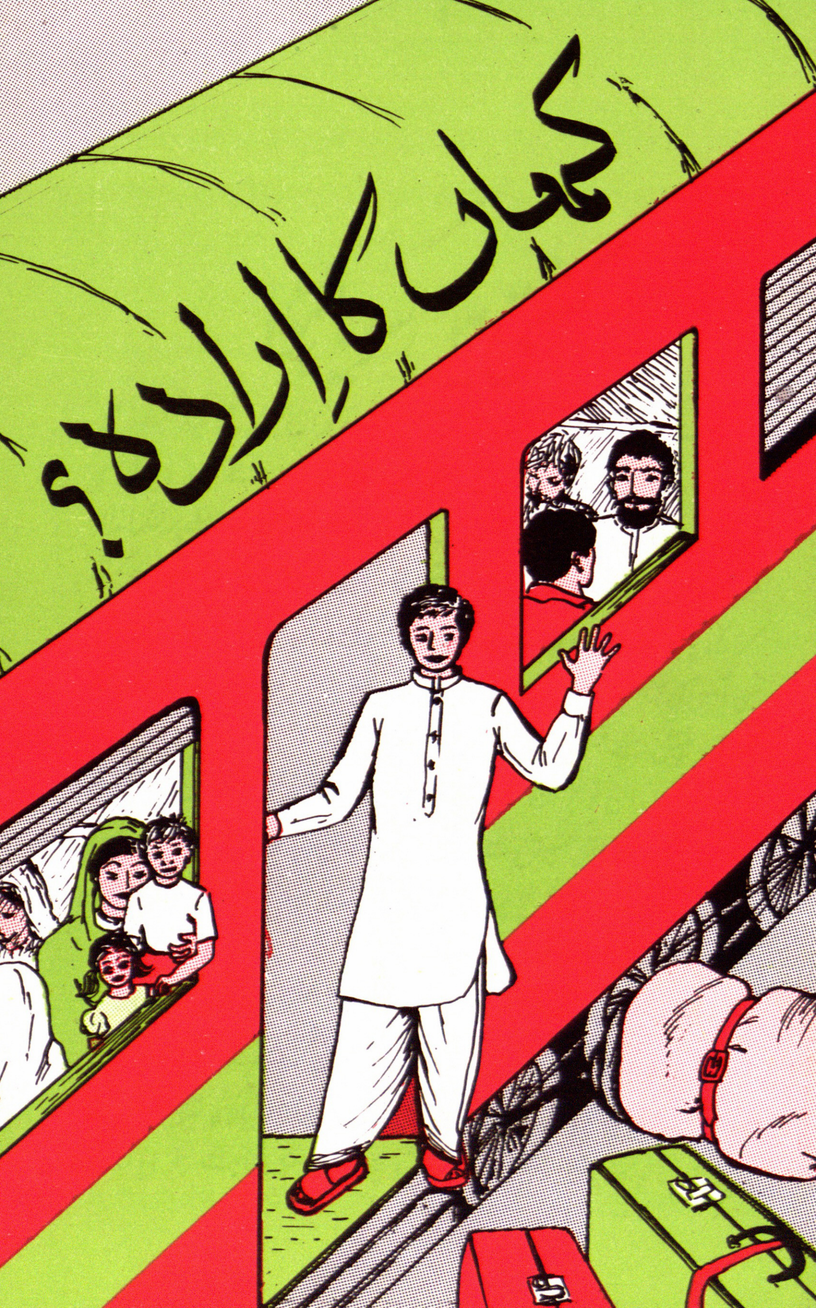
کہاں کا ارادہ؟

کشتی میں سویا ہُوا

بہت سال گزرے آبشار نیاگرہ پر ایک جوان بطور گائیڈ ملازم تھا۔ ایک روز جب وہ فارغ بیٹھا ہُوا تھا تو اُس نے کچھ دیر آرام کرنے کی ٹھانی، اور اپنی کشتی کو آبشار سے خاصے فاصلے پر لنگر انداز کر کے اُس میں لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ اِس اثنا میں کشتی مسلسل حرکت کرتے پانی کے ہلکوروں سے ہولے ہولے جھُول رہی تھی۔ ایسے میں جلد ہی اُس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور کچھ دیر بعد وہ اپنے گرد و پیش سے قطعی بے خبر گہری نیند سو گیا۔

اُس ناداں نوجوان نے اپنی دانست میں کشتی کو مضبوطی سے لنگر انداز کیا تھا لیکن متواتر جنبش سے رسّی کی گرہ ڈھیلی ہو کر آخر کار کھُل گئی اور کشتی دھارے کے رُخ پر خود بخود آہستہ آہستہ بہنے لگی۔ اب اس کا رُخ آبشار کی طرف تھا۔

جب ساحل پر تماشائیوں نے اس خطرناک صورت حال کو دیکھا تو وہ زور زور سے پکار کر اُسے جگانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ وہ بیدار ہو کر کشتی کو قابو میں کر لے اور ہنوز جبکہ پانی کا بہاؤ زیادہ تیز نہیں تھا اپنے آپ کو بچا سکے۔ لیکن اُن کی چیخ و پکار بے سُود ثابت ہوئی اور وہ

اُس کو بیدار کرنے میں کامیاب نہ رہے اور کشتی آبشار کی طرف تیزی سے بڑھنے لگی۔ اِس دوران ایک وقت ایسا بھی آیا جب کہ کشتی منجدھار میں چٹان کے ایک بڑھے ہوئے حصے پر اٹک گئی۔ یہ دیکھ کر کنارے کے لوگوں نے اپنی کوششوں کو دوچند کر دیا اور دوبارہ چلا چلا کر کہنے لگے "چٹان پر چڑھ جاؤ۔ چٹان پر چڑھ جاؤ۔"

لیکن وہ شخص مہلک اور ہلاکت خیز خطرے سے بے خبر، خواب خرگوش میں مدہوش پڑا رہا۔ کچھ دیر کے بعد پانی کے بہاؤ نے کشتی کی رکاوٹ کو دُور کر ڈالا اور کشتی پھر آبشار کی طرف بڑھنے لگی۔ پھر کچھ دیر بعد جب وہ ٹھاٹھیں مارتے پانی کی گھن گرج کے شور سے چونک کر ہوش میں آیا تو اگلے ہی لمحے منوں پانی اُس کے سر پر آن پڑا اور اُس کے بعد کسی نے اُسے پھر کبھی نہ دیکھا۔

کتنا ہولناک انجام تھا اُس کا! وہ بے خبری میں کتنے اطمینان کے ساتھ ہلاکت کے منہ کی طرف بڑھتا رہا! یہ سوچتے ہی انسان کے تن بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

تاہم یہ واقعہ ہماری روحانی غفلت کی ہو بہو تصویر ہے۔ بہت سے لوگ اپنے اعمال اور افعال کے نتائج سے بے خبر اپنے گناہوں میں غافل سو رہے ہیں۔ ممکن ہے دنیا کی جھوٹی اور نہ پائیدار مسرتوں کے ہچکولوں نے اُن پر نیند کی حالت طاری کر دی ہو یا شاید وہ اپنے دیندار پیشے یا بے گناہ زندگی کے باطل خیال پر اعتماد کیے ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سب دھارا کے رُخ پر خود بخود تیرتی کشتی میں سوئے ہوئے شخص کی طرح سخت خطرے

ہیں ہیں - کلام پاک میں ایسوں ہی کے انتباہ کے لئے مرقوم ہے :
"یعنی اُن بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اُس کے جلال کی خوشخبری کی روشنی اُن پر نہ پڑے" (۲ - کرنتھیوں ۴ : ۴) -

"اے سونے والے جاگ" (افسیوں ۵ : ۱۴) -

"خداوند یسوع پر ایمان لا تو تو اور تیرا گھرانا نجات پائے گا" (اعمال ۱۶ : ۳۱) -

خُدا کا فضل

کہتے ہیں کہ ایک غریب عورت اپنی مالی مشکلات سے بڑی پریشان تھی۔ ایک رحم دل شخص کو جب اُس کے حالات کا علم ہؤا تو وہ اس کی مدد کرنے کے خیال سے اس کے مکان پر پہنچا اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ اُس نے دوبارہ، سہ بارہ دروازہ کھٹکھٹایا لیکن جب اندر سے بالکل کوئی جواب نہ مِلا تو یہ خیال کر کے کہ گھر پہ کوئی نہیں وہاں سے چلا آیا۔

تاہم، چند دنوں بعد جب اُس عورت سے اُس کی اتفاقیہ ملاقات ہوئی تو اُس نے اُس کو بتایا کہ وہ اُس کی مدد کرنے کے ارادے سے اُس کے مکان پر گیا تھا مگر بار بار دستک دینے پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ لَوٹ آیا تھا۔ تب وہ عورت بولی "اوہ! تو کیا اس دن آپ میرے دروازے پر دستک دے رہے تھے؟ میں سمجھی کہ مالکِ مکان کرائے کا تقاضا کرنے آیا ہے اور مَیں نے خوف کی وجہ سے دروازہ نہ کھولا کیونکہ میرے پاس کرائے کی رقم نہیں تھی۔"

میرے عزیز! جس طرح اُس عورت نے اُس شخص سے نارواسلوک کیا آج بھی ہزارہا لوگ خدا کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب خدا اُن کے دل کے

در پر دستک دیتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے کچھ طلب کرنے آیا ہے لیکن یہ ایک بھاری غلطی ہے۔ وہ قرض کی واجب الادا رقم وصول کرنے نہیں بلکہ دینے آتا ہے۔ وہ آپ کو آپ کی پریشانی اور خستہ حالی سے رہائی دے کر ابدی میراث دینے آتا ہے۔"کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (مرقس ۱۰ : ۴۵)۔

"دیکھ میں دروازہ پر کھڑا ہوُا کھٹکھٹاتا ہوں"... (مکاشفہ ۳ : ۲۰)۔

خطرہ — دُور رہو!

۱۸۹۲ء کی خوشگوار دوپہر تھی۔ نکھری ہوئی دھوپ کی شفاف روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے میں دو نوجوان ایک پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اُتر رہے تھے۔ چونکہ یہ عمودی ڈھلان تھی لہٰذا اُنہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑ رہا تھا۔ اُن میں سے ایک کا نام چارلس اور دوسرے کا نام والٹر تھا۔ وہ دونوں کولوریڈو میں مانیٹو کے صحت افزا مقام میں حال ہی میں ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے لہٰذا اُن کی آشنائی تاحال صاحب سلامت یا معمولی واقفیت سے زیادہ نہ بڑھی تھی۔ پیچ دار راستے میں ایک موڑ کاٹتے ہی وہ یکایک ایک غار کے دہانہ پر آنکلے جسے تختوں سے بند کر کے اُس کے اُوپر ایک سائن بورڈ پر نمایاں حروف میں یہ الفاظ تحریر کئے گئے تھے "خطرہ — دُور رہو!"

چارلس کے قدم خود بخود وہاں ٹھہر گئے۔ اُس نے تختوں کے درمیان کی دراڑوں کے اندر جھانک کر دیکھا اور اپنے ساتھی سے کہا: "میرا جی اس غار کی سیر کرنے کو چاہتا ہے۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ہرگز نہیں" والٹر نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ اور پھر اُس نے چارلس کی منّت کی کہ وہ ایسی حماقت کے خیال سے باز آئے۔

نوجوانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اندھیرا اور تاریکی اُن کے لئے خاص

کشش رکھتے ہیں اور جیسا کہ کلام پاک میں لکھا ہے " آدمیوں نے تاریکی کو نور سے زیادہ پسند کیا" (یوحنا ۳ : ۱۹)۔ چارلس نے بھی غار کی تاریکی کو باہر کی شفاف روشنی پر ترجیح دی، اور والٹر کے مشورہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اکیلے ہی غار کی سیاحت کرنے کا مصمم عزم کر لیا۔ لیکن چونکہ غار کے اندر جانے کے لئے اُسے لالٹین درکار تھی لہٰذا وہ اس پگڈنڈی کے آخر تک والٹر کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں پر ایک چھوٹی سی دکان سے اس نے اپنے لئے مطلوبہ لالٹین خریدی اور والٹر کو الوداع کہہ کر واپس غار کا رُخ کیا۔ غار کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی لالٹین روشن کی اور ایک تختے کو ہٹا کر غار کے اندر جانے کے لئے راستہ بنایا اور پھر دلیری سے تاریک اور گہری کھڈ میں داخل ہو گیا۔ جب اُس کی آنکھیں اندر کے اندھیرے سے کسی قدر مانوس ہو گئیں تو کیا دیکھتا ہے کہ ہر طرف ناہموار اور نوک دار چٹانیں ہیں اور ان کے عین بیچ میں چھوٹا سا راستہ ہے۔ اس نے اسی راستے کو اختیار کرنے کی ٹھان لی۔ نادان چارلس یہ نہ جانتا تھا کہ" ایسی راہ بھی ہے جو انسان کو سیدھی معلوم ہوتی ہے پر اس کی انتہا میں موت کی راہیں ہیں " (امثال ۱۴ : ۱۲)۔ خیر وہ اِس راستے پر ہو لیا اور آہستہ آہستہ قدم مارتا چلا گیا۔ کچھ دیر تک تو خیریت گذری مگر پھر اچانک جو اُس نے قدم اُٹھایا تو اگلا قدم ساتھ ملانے کی نوبت نہ آئی۔ وہ ایک عمودی چٹان سے دھڑام سے نیچے گر پڑا جہاں پر وہ گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

آہ! ہم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جو دلائل کی ٹمٹماتی روشنی میں راستہ ٹٹولتے رہتے ہیں اور پھر تاریکی میں بے سوچے سمجھے اور بے دھڑک موت

کے منہ میں چھلانگ لگا دیتے ہیں اور کبھی یہ یاد رکھنے کی زحمت نہیں کرتے کہ "جو تاریکی میں چلتا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جاتا ہے" (یوحنا ۱۲: ۳۵)۔

خیر جب چارلس ہوش میں آیا تو اُس کے جسم کا انگ انگ دُکھ رہا تھا کیونکہ اُس کے کئی حصّوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ اُس کے چاروں طرف گھُپ اندھیرا تھا اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ماچس نکالی جس میں چند دیا سلائیاں باقی تھیں۔ اُس نے ایک دیا سلائی جلائی اور دیکھا کہ اس کی لالٹین جو گرتے وقت اُس کے ہاتھ میں موجود تھی گر کر پاش پاش ہو چکی ہے یعنی غار کو روشن کرنے کا واحد وسیلہ ختم ہو چکا تھا۔ اب اس نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لئے یکے بعد دیگرے باقی دیا سلائیاں جلائیں جو ذرا سی دیر ٹمٹما کر بجھ گئیں تاہم اُنکی مدھم روشنی میں اُس نے اُس عمودی چٹان کو دیکھا جس پر سے وُہ ناآگاہ نیچے آن گرا تھا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ اُس پر چڑھ کر دوبارہ دوسری طرف پہنچنا قطعی ناممکن تھا۔ ہر طرف مایوسی اور نااُمیدی تھی۔ سردی اور خوف کی شدّت سے اُس کے تن بدن پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔ دیا سلائیاں ختم ہو چکی تھیں اِس لئے وہ ہلنے تک کی جرأت نہ کر سکتا تھا مبادا اس تاریکی میں کسی اور اس سے بھی زیادہ گہرے کھڈ میں جا گرے۔ آخر اس نے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل راستہ ٹٹول ٹٹول کر بچے کی طرح لڑھکنے کا فیصلہ کیا اور کچھ دیر تک اِسی پر عمل پیرا رہا۔ اس جدوجہد میں اُس کے دل پر کیا بیتی وہ تو وہی بیان کر سکتا ہے مگر اُس کی جسمانی حالت کے متعلق ضرور کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ہاتھوں اور گھٹنوں کی مدد سے چلنے سے اُس کے ہاتھ اور

گھٹنے چھل گئے، پتلون گھٹنوں سے پھٹ گئی اور بالآخر گھٹنوں سے خون بھی رسنے لگا۔ تب اُسے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی جیتے جی اس غار میں دفن ہو چکا ہے۔

اپنی اِس انتہائی مایوسی اور پریشانی کے اس عالم میں عہدِ ماضی کے سب گناہ ایک ایک کر کے اُس کی آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگے۔ پھر اُسے یاد آیا کہ غار کی سیر کا خیال کرنے میں اُس نے کس قدر ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا اور اُس نے واکٹر کے مفید مشورہ پر ذرا بھی توجہ نہ دی تھی۔ اُس نے غار کے منہ پر لگے ہوئے انتباہ کو کس قدر حقیر اور بزدلی سمجھا تھا۔ ہاں بالکل اسی طرح جس طرح گناہ کرتے وقت وہ خدا کے کلام کی آیات کو نظر انداز کر دیتا تھا۔ اُس کی والدہ اُسے کبھی کبھی کہا کرتی تھی کہ چارلس "گناہ کی مزدوری موت ہے اور اس کے بعد عدالت"۔

"میں نے زندگی اور موت کو ... تیرے آگے رکھا ہے پس تو زندگی کو اختیار کر"۔

"کاش وہ عقلمند ہوتے اور اس کو سمجھتے اور اپنی عاقبت پر غور کرتے"۔ (استثنا ۳۰: ۱۹؛ ۳۲: ۲۹)۔

مندرجہ بالا آیات کے بھولے بسرے حصے اُسے یاد آئے اور وہ اِس احساس سے جھلا اُٹھا کہ خدا نے کتنی واضح طور پر گنہگار کو آگاہ کر رکھا ہے لیکن اُس نے زندگی کے ہر قدم پر کتنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا۔ ہاں وہ سراسر گنہگار تھا پھر اُس کا سر احساسِ گناہ اور ندامت سے اپنے خالق کے حضور جھک گیا اور اُس نے نہایت انکساری

سے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور پھر صدقِ دلی سے اُس کے حضور اپنے لئے رحم کی فریاد کی۔ اُس نے یہ التجا نہ کی کہ خدا اس کی جسمانی زندگی کو سلامت رکھے بلکہ صرف یہ کہ وہ اس کی رُوح کو ہلاکت سے بچائے۔ اُسے اپنی جسمانی زندگی کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ وہ اُس وقت اپنی رُوح کے لئے فکرمند تھا جو لافانی ہے اور جس کی سزا بھی ہمیشہ کی سزا ہو سکتی تھی اگر وہ مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنے کے بعد اُس کے دل کا بوجھ کسی قدر ہلکا ہو چکا تھا اور اب وہ آیات جو اُس نے اکثر سُنی تھیں مگر جن کی طرف اُس نے کبھی دھیان نہ دیا تھا اُس کے لوحِ دماغ پر خود بخود اُبھرنے لگیں:

"...... اور اس کے بیٹے یسوعؔ کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے (۱۔ یوحنا ۱ : ۷)۔

...... خداوند یسوعؔ پر ایمان لا تو تُو اور تیرا گھرانہ نجات پائے گا" (اعمال ۱۶ : ۳۱)۔

"جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے۔۔۔" (یوحنا ۳ : ۳۶)۔

اس تاریک غار میں اُس کے مایوس دل کے لئے یہ قیمتی حقائق اور انمول سچائیاں روشنی کی کرن کی مانند تھیں۔ تب اُس نے اُسی وقت خداوند یسوعؔ کو بطور شخصی نجات دہندہ تسلیم کیا اور پھر اُس کے دل میں عجیب اطمینان وسکون کی لہر دوڑ گئی۔

تاہم اُس کی جسمانی حالت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وُہ اب بھی بدستور سخت خطرے میں تھا۔ موت گویا اُس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ لیکن اب بجانے کیوں اس کے دل میں مایوسی اتنی گہری نہ تھی جتنی اقرارِ گناہ سے

پہلے تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ جب تک اُس کے ہاتھ پاؤں میں دم خم ہے وہ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھتا رہے گا۔ لہٰذا وہ دوبارہ اپنے جسم کو چٹانوں اور نکیلے پتھروں پر گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس کارِ دشوار میں اُسے کوئی خیال نہ رہا کہ اُسے غار میں داخل ہوئے کتنا وقت ہو چکا ہے۔

تب یکایک اُسے اپنی ماں کا خیال آیا جو اُس کی بے راہروی سے کتنی دل شکستہ ہو جاتی تھی اور جس کی شاید زندگی میں سب سے بڑی تمنّا یہ تھی کہ اُسے نیک اور دین دار دیکھے۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا جہاں کاغذ کا ایک ٹکڑا اور پنسل موجود تھے۔ اُس نے اندھیرے ہی میں اُسے رقعہ لکھا کہ وہ اس کی موت پر آنسو نہ بہائے بلکہ خوشی کرے کیونکہ غار میں قید ہو جانے کا تلخ تجربہ اُسے اُس خداوند یسوؔع کے پاس لانے کا سبب بنا جس نے اپنی جان اُس کے لئے قربان کی تھی۔ اب وہ اس خیال سے خوش تھا کہ وہ جلد ہی اُس کے حضور پہنچنے والا ہے۔ بعد ازاں اُس نے ماں کا پتہ لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ اُس کی لاش اُس کی ماں کو بھیج دی جائے۔

اُس کے بعد وہ تھکان سے چُور پھر اِدھر اُدھر رینگ رہا تھا کہ اُس کے ہاتھ ایک رسّی پر پڑے، وہ رسّی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اچانک اسے اپنے گالوں پر تازہ ہوا کا لمس محسوس ہُوا اور وہ اُمید کی نئی کرن کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد راستے میں ہلکی سی اُمید افزا روشنی بھی پھیل گئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی حتّٰی کہ دُور فاصلے پر غار میں ایک شگاف نظر آیا اور

خدا خدا کر کے وہ آخر کار وہاں پہنچ گیا اور بار بار پلکوں کو جھپکتا ہؤا روشنی میں باہر نکل آیا۔ اُس وقت سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اب اسے یاد آیا کہ وہ گذشتہ روز چار بجے غار میں داخل ہؤا تھا۔

جب تلاش کرنے والی ایک پارٹی نے اُسے ڈھونڈ نکالا تو اُس کی ناگفتہ بہ حالت تھی۔ غلیظ اور پھٹے کپڑے، زخمی اور خون چکاں بدن۔ خیر اُسے ہسپتال پہنچایا گیا جہاں چند دنوں میں اُس کی صحت بحال ہوگئی۔

مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس کے دل پہ اُس کی روحانی تبدیلی کا نقش انمٹ اور اٹل ثابت ہؤا۔ کیونکہ وہ اندھیرے سے روشنی میں اور شیطان کے اختیار سے خدا کی طرف رجوع لا چکا تھا (اعمال ۲۶: ۱۸)۔

سُنئے! خداوند فرماتا ہے:

"مجھے مرنے والے کی موت سے شادمانی نہیں۔ اس لئے باز آؤ اور زندہ ہو" (حزقی ایل ۱۸: ۳۲)۔

خون کے نشان والا دروازہ

ایک خون ریز جنگ میں ایک کمانڈر نے اپنے سپاہیوں کے سامنے قسم کھائی کہ وہ ایک خاص شہر کی آبادی کا صفایا کر کے ہی دم لے گا ۔ لہٰذا کچھ دیر بعد اُس کے ایما پر خون کے پیاسے سپاہی اُس شہر کے نہتے اور بیکس مکینوں پر حملہ آور ہو گئے ۔ وہ جس مکان میں داخل ہوتے وہاں چھوٹے بڑے، جوان بوڑھے سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیتے ۔ گلی میں ایک شخص چھپ کر اُن کی کاروائی دیکھ رہا تھا ۔ اُس نے دیکھا کہ وہ ایک مکان میں داخل ہوئے اور گھر کے سب رہنے والوں کو قتل کرنے کے بعد ان میں سے ایک نے ایک کپڑا لیا اور اسے خون میں لت پت کر کے دروازے کے اُوپر پھیر دیا تاکہ ان کے بعد آنے والے سپاہیوں کو فوراً علم ہو جائے کہ اِس مکان تک تلوار پہلے ہی اپنا کام کر چکی ہے ۔

یہ دیکھ کر وہ شخص چھپتا چھپاتا، ہانپتا کانپتا شہر کے مرکز میں ایک بڑے مکان میں داخل ہوا جہاں اُس کے متعدد دوست جان چھپائے بیٹھے تھے ۔ اُس نے جو کچھ دیکھا تھا مِن وعَن اُن سے بیان کر دیا ۔ تب اُنہیں ایک تدبیر سُوجھی ۔ وہاں صحن میں ایک بکری بندھی تھی ۔ اُنہوں

نے فوراً اُسے ذبح کیا اور اُس کا خون لے کر دروازے پر چھڑک دیا۔ اُنہوں نے یہ کارروائی ختم کر کے ابھی دروازہ بند کیا ہی تھا کہ سپاہیوں کا ایک دستہ اُس گلی میں آن پہنچا، مگر جب انہوں نے دروازے پر خُون کا نشان دیکھا تو اندر داخل ہونے کی بالکل کوشش نہ کی۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ تلوار یہاں پہلے ہی خون کے دھارے بہا چکی ہے۔

پس جبکہ اُس مکان کے آس پاس کے مکانوں میں بہت سے لوگ گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے تو خون کے نشان والے دروازے کے اندر سب کے سب سلامت بچے رہے۔ یہ واقعہ ہمیں خدا کے ان نجات بخش الفاظ کی یاد دلاتا ہے:

"میں اس خون کو دیکھ کر تم کو چھوڑتا جاؤں گا" (خروج ۱۲: ۱۳)۔

ہاں یسوع "ہمارا فسح" واقعی ہمارے لئے قربان ہوا (۱-کرنتھیوں ۵: ۷) اور اُس کا خون (جو کلوری پر بہایا گیا) عدل الٰہی کی تلوار کو ان لوگوں کے لئے روک دیتا ہے جو ایمان لا کر اُس کی صلیب کا سہارا لیتے ہیں۔

جیسا نوحؔ کے دِنوں میں ہُوا تھا

دُنیا کی حالت آج بعینہٖ حضرت نوحؔ کے ایّام کی مانند ہے۔ اُس وقت بھی زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی تھی اور لوگوں کا چال چلن اِس قدر بگڑ چکا تھا کہ ناچار خدا کو دنیا کے خلاف سزا کا حکم صادر کرنا پڑا۔

پس خدا نے اُنہیں آگاہ کیا اور کہا:

"میری رُوح انسان کے ساتھ ہمیشہ مزاحمت نہ کرتی رہے گی ....
مَیں زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤں گا اور ہر جاندار شے کو جسے میں نے بنایا زمین پر سے مٹا ڈالوں گا" (پیدائش ابواب ۶ اور ۷)۔

لیکن جس طرح لوگ بالعموم آج خدا کی بات پر دھیان نہیں دیتے اُسی طرح اُس دَور کے لوگوں نے بھی اُس کی بات پر مطلق کان نہ لگایا۔

یہ امر قرینِ قیاس ہے کہ نوحؔ کے زمانے کے لوگ بہت ترقی یافتہ اور اپنے آپ کو بہت دانا اور روشن خیال سمجھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو حضرت نوحؔ سے زیادہ دانا و بینا گردانتے تھے۔ فی زمانہ ہمارے دانشور بھی نوحؔ کے ہمعصر لوگوں کا سا مزاج رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ تب ہوتے تو یقیناً حضرت نوحؔ سے یہ کہتے:

"اے میاں، تم سراسر غلطی پر ہو۔ یہ تم نے طوفان کی کیا رَٹ

لگا رکھی ہے۔ کوئی طوفان وفان نہیں آئے گا۔ یہ صرف تمہارے دل کا وہم اور دماغ کا فتور ہے۔ اس قدر تنگ خیالی اور تعصّب اچھا نہیں ہوتا۔ ہماری مانو تو یہ بے ڈھب کشتی بنانے میں وقت گنوانا اور اُلٹے سیدھے خیالات کا پرچار کرنا چھوڑ دو اور زندگی کا لطف اُٹھاؤ۔ عیش کرو۔ آخر تمہارے سر میں کیا سما گیا ہے؟ کیا تم سوچتے ہو کہ تمہارے سوا باقی سارے لوگ احمق ہیں؟ کیا تمہارے سوا باقی سب کے سَر میں بھُس بھرا ہے؟ نہ بھئی نہ، یہ طوفان کی بات ہم تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔"

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ طوفان آیا اور اس نے سب کو ہلاک کر دیا سوائے اُن کے جنہوں نے بر وقت کشتی میں پناہ لے لی تھی۔ ہاں جو لوگ کشتی کے اندر داخل نہ ہوئے اُن کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔

انسانی غفلت کا ذکر کرتے اور طوفانِ نوحؑ کا حوالہ دیتے ہوئے خداوند یسوع نے فرمایا" جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے اُس دن تک کہ نوحؑ کشتی میں داخل ہُوا اور جب تک طوفان آ کر اُن سب کو بہا نہ لے گیا ..... اسی طرح ابنِ آدم کا آنا ہو گا (متی ۲۴ باب)۔" پس خبردار رہو ..... ایسا نہ ہو کہ وہ دن تم پر پھندے کی طرح ناگہاں آ پڑے" (لوقا ۲۱ باب)۔ سوچ کا مقام ہے کہ اہلِ عالم اُن ہی لوگوں کی طرح غافل اور پھر سے ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہونے والے ہیں اور تب اُن کی حیرت و استعجاب بھی اتنا ہی عظیم ہو گا جتنا اُن کا تھا جنہوں نے حضرت نوحؑ کی باتوں کو حقیر اور ناچیز جانا تھا۔

خدا باآوازِ بلند انسان سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

"سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے" (۱-پطرس ۴: ۷)۔
"خداوند کی آمد قریب ہے (یعقوب ۵ باب)۔

میرے عزیز! عالمگیر جنگیں اپنی تمام تر ہولناکیوں کے باوجود اُن مصائب کا عشر عشیر بھی نہیں جو نازل ہونے والی ہیں۔ وہ نوحؑ کے نیست و نابود کرنے والے طوفان سے بھی کہیں زیادہ ہیبت ناک ہونگی۔ کیونکہ "اُس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی" (متی ۲۴ باب)۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اصلی مصیبت اور عذاب کے شروع ہونے سے پہلے ہی قومیں گھبرائی ہوئی ہیں اور زمین پر آنے والی بلاؤں کے دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہیں رہی (لوقا ۲۱ باب)۔ سیاستدان ہراساں اور سراسیمہ ہیں۔ اِن سب امور کے پیشِ نظر آج بھی حضرت نوحؑ کی طرح چشم بینا رکھنے والے اہلِ فکر اور اہلِ بصیرت کو بخوبی یہ احساس ہے کہ یہ صورتِ حال کسی عظیم طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

دُنیا کا یہ دورِ آخر وہ ایّام ہیں جب خوشحال ترین قوموں نے مادہ پرستی کو اپنا مذہب اور شیوۂ کار بنالیا ہے۔ دولت ان کا خدا اور عیش پرستی اُن کا طریقِ کار اور طرۂ امتیاز ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ زندگی کے ہر شعبے میں اُن کی رفتار، اُن کی گفتار اس کی عکاسی کرتی ہے کہ وہ خدا کے وجود کو فراموش کر چکے ہیں۔ نیز وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے چلن کا خدا سے کوئی سروکار نہیں اور نہ وہ کبھی اپنے اعمال کے لئے کسی برتر ہستی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ افسوس کا مقام ہے کہ انسان اپنے روشن ذہن کو اُسی خالق کے خلاف دلائل پیش کرنے

کے لئے استعمال کر رہا ہے جس نے اُسے اس نعمت سے نوازا تھا۔ نیز وہ اُسی ذہن کو ایسے شیطانی آلات کی ایجاد میں استعمال کر رہا ہے جو چند ثانیوں میں بنی نوع انسان کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ ساٹھ صدیوں سے انسان بیچاری دنیا کو تعلیم و تدریس، اصلاحی اور رفاعی اقدامات، قانون سازی اور ہر قسم کے سیاسی طرزِ حکومت سے سنوارنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ لیکن چونکہ ہر انسان کے دل میں گناہ مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا ہے اور چونکہ "دل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز اور لاعلاج ہے (یرمیاہ ۱۷: ۹)، اس لئے انسان کی اپنی تمام تر مساعی اور ساری کوششیں دنیا کو مستقل طور پر بچا نہیں سکتیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی دنیا ہے جس نے خدا کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور خدا نے اس تلخ حقیقت کو فراموش نہیں کیا۔ وہ جلد ہی اُس کے خون کا بدلہ لینے آئے گا۔ "اب اُس کے خون کا بدلہ لیا جاتا ہے" (پیدائش ۴۲: ۲۲)۔ خداوند فرماتا ہے "اور میں جہان کو اُس کی بُرائی کے سبب سے اور شریروں کو اُن کی بدکرداری کی سزا دوں گا" (یسعیاہ ۱۳: ۱۱)۔

بایں ہمہ خدائے رحیم و کریم خداوند یسوع کو جو کلوری پر مصلوب ہُوا اور جو اپنی آمدِ ثانی پر قوی فرشتوں کے ساتھ عدالت کرنے کے لئے آئیگا اپنے بڑے فضل سے فی الحال ہمارے سامنے بطور نجات دہندہ پیش کرتا ہے تاکہ اہلِ عالم نجات کے اس واحد وسیلہ کو اختیار کرکے روزِ عدالت اُس کے غضب سے بچ جائیں۔

پانچ ہم آہنگ اُمور

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے اور اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے" (یوحنّا ۵ : ۲۴)۔

مذکورہ بالا آیت میں پانچ اہم اُمور کا ذکر کیا گیا ہے۔ براہِ کرم ان پر بطور خاص توجہ کیجئے۔ چونکہ ایمان کلام[۲] کے سننے سے پیدا ہوتا ہے (رومیوں ۱۰ : ۱۷) اسی لئے خداوند یسوع سُننے کو اولیت دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایمان[۲] کا ذکر ہے اور بعد ازاں ایماندار کی خاص ملکیت یعنی "ہمیشہ کی[۳] زندگی" کا بیان ہے اور یہ بھی کہ ایمان دار سزا کے حکم[۴] سے بری ہے اور آخری یہ کہ وہ زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔

آیئے مندرجہ بالا آیت پر ذرا تفصیل سے غور کریں۔

"کیا آپ نے کلام سُنا ہے؟"

"ہاں میں نے خدا کا کلام سُنا ہے"۔

"کیا آپ نے خداوند یسوع کے بھیجنے والے کا یقین کیا ہے؟"

"ہاں میں یقین کرتا ہوں"۔

"آپ کیا یقین کرتے ہیں؟"

"میں یقین کرتا ہوں کہ خدا نے خداوند یسوع کو بھیجا کہ وہ میری جگہ لے اور میرے بدلے اپنی جان قربان کر دے ۔ میں خداوند یسوع کو اپنا شخصی نجات دہندہ تسلیم کرتا ہوں ۔" یہ تو ہوا کلام کا سننا اور اُس کا یقین کرنا ۔ اب یہ بتایئے کہ اِس آیت میں تیسری بات جس کا ذکر کیا گیا ہے کونسی ہے ؟

"ہمیشہ کی زندگی"

"کیا آپ ہمیشہ کی زندگی رکھتے ہیں ؟"

"افسوس ہے کہ مَیں اس کے متعلق وثوق سے دعویٰ نہیں کر سکتا ۔ اگر فقط اس امر کا مجھے کسی طرح یقین ہو جائے تو میں ہر طرح مطمئن ہو جاؤں ۔"

فرض کیجئے آپ کو اپنے مکان کا کئی ماہ کا کرایہ ادا کرنا ہے اور آپ میں اُس کو ادا کرنے کی توفیق اور استطاعت نہیں ۔ بالفرض میں آپ کے بدلے میں اُس کرائے کی رقم کی پائی پائی ادا کر دوں اور رسید لے کر آپ کے پاس آؤں تو آپ کو کس طرح یقین آئے گا کہ کرایہ ادا ہو چکا ہے ؟

"رسید دیکھنے سے"

"درست ، اور آپ یہ حقیقت جان کر یقیناً خوشی محسوس کریں گے کہ کرائے کی رقم ادا کی جا چکی ہے ۔ اور اگر فرضِ محال مالک مکان آکر دوبارہ کرائے کی اُس رقم کا مطالبہ کرے تو آپ اس سے اپنے جذبات کا ذکر نہیں کریں گے بلکہ فوراً کرائے کی ادائیگی کی رسید نکال کر پیش کریں گے ۔

عزیزم ! آپ کے گناہ کا قرضہ چکا دیا گیا ہے اور خدا ایسی ہی رسید آپ کو بھی پیش کر رہا ہے ۔ مگر آپ رسید پر نگاہ ڈالنے کی بجائے آنکھیں

بند کئے ادائیگی کے عمل کو محسوس کرنے پر منحصر ہیں۔ لازم یہ ہے کہ آپ آنکھیں کھولیں، رسید کو پڑھیں اور پھر یقین کریں کہ واقعی آپ کا قرضہ ادا کر دیا گیا ہے۔

"او ہو۔ تو یہ صرف یقین کرنے کی بات ہے تو پھر میں واقعی یقین کرتا ہوں۔"

اِس کے بعد اِس آیت مبارکہ میں یہ مرقوم ہے کہ " ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے۔" الفاظ پر غور کیجئے۔ اس میں سرے سے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ " ہمیشہ کی زندگی ہو گی" نہیں بلکہ "ہے" یعنی ہمیشہ کی زندگی اُسے آئندہ یا مستقبل قریب یا بعید میں نہیں دی جائے گی بلکہ ابھی اُس کی ہے۔ نیز یہ کہ ایسے شخص پر سزا کا حکم نہیں ہو گا کیونکہ ساری سزا اور ملامت یسوؔع نے بھگت لی ہے اور ایمان دار چونکہ روحانی رشتے سے یسوؔع میں قائم اور پیوست ہے اس لئے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہو گا۔ نہ وہ کبھی اُس عظیم سفید تختِ عدالت کے سامنے بطور مجرم یا عاصی کھڑا ہو گا۔ کیونکہ مسیح خداوند نے اس کے بدلے صلیبی موت گوارا کی اور سزا کے مسئلے کو اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ خداوند یسوؔع مُردوں میں سے جی اُٹھا اور اب اپنے پورے جلال میں خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے اور یہ حقیقت یقیناً اس امر کا ثبوت ہے کہ اُس نے آپ کے بدلے اُس کی قیمتی جان کی قربانی یا کفارہ کو قبول کیا اور آپ کے گناہ مٹا دیئے گئے اور اس طرح آپ سزا سے بری ہیں۔ میرے عزیز گنہگار کے لئے اس سے بڑی خوشخبری اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ جہنم کا سزاوار نہ ہو گا۔ لیکن یہ ایماندار کی عین خوش قسمتی ہے کہ بات یہاں پر ختم نہیں ہو گئی بلکہ زیرِ بحث

آیت میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایمان دار "موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔" وہ نہ صرف لعنت اور سزا سے بری ہے بلکہ برکت اور عزّت کا وارث ہے۔ مسیح کے پاس آنے سے پہلے وہ اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب سے مردہ (افسیوں ۲:۱) اور موت کی حالت میں تھا لیکن مسیح کے پاس آنے کے بعد وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ مستقبل میں یا رفتہ رفتہ ہمیشہ کی زندگی کو حاصل کرے گا بلکہ یہ کہ وہ ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ کتنی مبارک حالی ہے کہ اس نے ہمیں "مسیح کے ساتھ زندہ کیا" اور مسیح یسوع میں شامل کر کے اُس کے ساتھ جلایا اور آسمانی مقاموں میں بٹھایا (افسیوں ۲: ۵، ۶)۔ یقیناً یہ پے در پے برکات کا طویل سلسلہ ہے۔

مندرجہ ذیل آیات مزید اس کی وضاحت کرتی ہیں اور اس کا ٹھوس ثبوت ہیں: "میں نے تم کو جو خدا کے بیٹے پر ایمان لائے ہو یہ باتیں اس لئے لکھیں کہ تمہیں معلوم ہو کہ ہمیشہ کی زندگی رکھتے ہو" (۱۔یوحنّا ۵: ۱۳)۔ "اور میں انہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گی" (یوحنّا ۱۰: ۲۸)۔

شب بخیر یا الوداع

نیو یارک کے ڈاکٹر لینگ ڈیل Dr. Langdale کی زبانی یہ سچی کہانی ہم تک پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک ایماندار مسیحی تاجر کار کے حادثے میں سخت زخمی ہو گیا۔ اُسے فوراً ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد اُسے صاف صاف بتا دیا کہ وہ دو گھنٹے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے گا۔ اُس نے اس اطلاع کو اطمینان سے سُنا اور خالق کی رضا جان کر خندہ پیشانی سے تسلیم کر لیا اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو آخری ملاقات کے لئے بلوا بھیجا۔ یہاں یہ کہہ دینا بے جا نہ ہو گا کہ اُس تاجر کو موت کے بعد ابدی زندگی کا کامل یقین تھا۔

جب اُس کے اہل و عیال اُس کے پلنگ کے پاس آئے تو اُس نے سب سے پہلے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا

"شب بخیر میری پیاری شریکِ زندگی۔ ہم زندگی بھر دُکھ سُکھ میں دھوپ چھاؤں میں ساتھ ساتھ رہے ہیں۔ مجھے زندگی میں ہر کام کو سرانجام دیتے ہیں تم سے خاص ترغیب اور حمایت حاصل ہوتی رہی۔ میں نے بارہا تمہارے چہرے میں الٰہی رُوح کی چمک دیکھی ہے اور یقین کرو میں آج تم سے اُس دن سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہوں جب کہ میں تمہیں دُلہن بنا کر لایا تھا۔ شب

بخیر۔ صبح ملیں گے۔ شب بخیر۔

بیوی کے بعد بچوں کی باری آئی تو وہ اپنی پہلوٹھی بیٹی سے مخاطب ہوئے: "ماریہ تم ہماری پہلوٹھی بیٹی ہو۔ تم ایمان دار مسیحی ہو اور میرے لئے ہمیشہ فرحت کا سبب رہی ہو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہارا باپ تم سے بہت پیار کرتا تھا۔ شب بخیر ماریہ۔ شب بخیر۔

اب چارلی کی باری تھی جو بُرے ماحول کا اثر قبول کر کے گمراہ ہو چکا تھا اور والدین کے لئے بڑی مایوسی اور دل شکنی کا موجب بنا تھا۔ مگر جاں بلب باپ نے اُس کی بجائے اپنی پیاری چھوٹی بیٹی کو طلب کیا اور بولے:

"شب بخیر گریس۔ تم ہمارے گھر میں روشنی کی کرن اور ہمارے دل کے لئے خوشی کا ترانہ ہو اور کچھ عرصہ پہلے جب تم نے اپنی زندگی کو کُلی طور پر مسیح کے تابع کر دیا تو میری خوشی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ شب بخیر میری چھوٹی بیٹی۔ شب بخیر"

اب اُس نے چارلی کو اپنے پلنگ کے پاس بلایا اور اس سے کہا "خدا حافظ چارلی۔ تم اوائل عمر میں کتنے ہونہار نونہال تھے۔ تمہاری امّی اور مجھے یقین تھا کہ تم بڑے ہو کر قابلِ قدر اور شریف شخصیت بنو گے۔ ہم نے تمہیں وہ سب مواقع مہیّا کئے جو دوسروں کے لئے فراہم کئے تھے اور اگر کوئی فرق تھا تو تم خود تسلیم کرو گے کہ وہ فرق تمہارے حق میں تھا۔ لیکن تم نے خدا کے کلام کی آگہی کو نظر انداز کیا اور کشادہ راستہ اختیار کیا جو ہلاکت کی راہ ہے۔ تم نے مُنجّی کی بلاہٹ پر کان نہ لگایا۔ تاہم میں ہمیشہ تم سے محبّت کرتا رہا ہوں اور کرتا ہوں۔ صرف خدا ہی جانتا ہے

کہ مَیں تم سے کتنی محبّت کرتا ہوں - الوداع چارلی الوداع"۔
اس پر چارلی نے اپنے والد کا بازو مضبوطی سے تھام لیا روتے ہوئے کہا
"اباجان! آپ نے باقی سب کو شب بخیر کہا اور مجھے الوداع کیوں؟"
"چارلی اس کی وجہ صاف ظاہر ہے یعنی یہ کہ موت کے اُس پار صبح کو دوسری زندگی میں (جہاں رات نہ ہوگی) میں اُن سے ملنے کی اُمید رکھتا ہوں کیونکہ خدا کا کلام مجھے یقین دلاتا ہے کہ وہ سب بھی اپنے وقت پر وہاں یعنی فردوس میں آئیں گے، جب کہ کلام کی اُن ہی آیات کی روشنی سے میں یہ جانتا ہوں کہ اُس پار میری ملاقات تم سے نہ ہو سکے گی - اسی لئے مَیں نے اُن سب کو شب بخیر اور تمہیں الوداع کہا ہے"۔
اس پر چارلی اپنے باپ کے بسترِ مرگ کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اور اُس نے اُسی وقت خدا سے نہایت صدق دل سے دُعا اور التجا کی کہ وہ اپنے رحم وکرم سے اُسے معاف کر دے۔ دعا کے بعد باپ نے اُس سے کہا "چارلی کیا تم واقعی گناہوں سے توبہ کر رہے ہو؟"
"خدا گواہ ہے کہ میں سچے دل سے توبہ کر رہا ہوں" شکستہ دل چارلی نے جواب دیا۔
"اگر ایسا ہے تو یقیناً خدا تمہاری فریاد سُن کر تمہیں ہلاک ہونے سے بچالے گا۔ اِس لئے میں تمہیں الوداع نہیں شب بخیر کہتا ہوں - شب بخیر میرے بیٹے - شب بخیر" اور اس کے بعد باپ کی روح اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوگئی۔
چارلی اب انجیلِ جلیل کا مبشّر ہے۔ مذکورہ بالا واقعے کا بیان ایک

دوست کی وساطت سے مجھ تک پہنچا اور اسے دوسروں کے لئے قلم بند کرتے ہوئے میں صمیمِ قلب سے یہ دُعا کرتا ہوں کہ خدا کرے کہ اس واقعے کا بیان بہت سے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچے جو آج ہلاکت کے راستے پر رواں دواں ہیں اور اُن کے لئے باعثِ برکت ثابت ہو۔

"دیکھ میں دروازہ پر کھڑا ہُوا کھٹکھٹاتا ہوں۔ اگر کوئی میری آواز سُن کر دروازہ کھولے گا تو میں اُس کے پاس اندر جا کر اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا اور وہ میرے ساتھ (مکاشفہ ۳ : ۲۰)۔

"تو اتنی بڑی نجات سے غافل رہ کر ہم کیوں کر بچ سکتے ہیں؟" (عبرانیوں ۲ : ۳)۔

خدا کے کلام کو نظر انداز کرنا اور الٰہی آگہی کو پسِ پشت ڈالنا بہت بڑی بھُول ہے۔ ہم اپنے مستقبل کے متعلق فیصلے کو ملتوی نہیں کر سکتے۔ یہ فیصلہ آج ہی کیوں نہ کیا جائے!

میرے عزیز قاری! یہ کتابچہ اب اختتام کو پہنچا اور اگر آپ نے خدا کے سامنے بطور لاچار گنہگار اپنے سارے دل سے خدا کے کلام پر اعتقاد کیا ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ خداوند یسوع نے صلیب پر آپ کے سارے گناہوں کے لئے دُکھ سہا اور پھر آپ کو راستباز ٹھہرانے کے لئے جی اُٹھا، تو پھر آپ اُس یسوع مسیح میں قائم ہو گئے ہیں جو اب فردوس میں ہے (افسیوں ۱ : ۲۰، ۶ ؛ رومیوں ۵ : ۲)۔

اب آپ ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہو گئے ہیں (۱۔ یوحنّا ۵ : ۱۳)۔
اچھے چرواہے نے آپ کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا ہے اور جب تک وہ

آپ کو بحفاظت گھر (فردوس) نہ پہنچا دے وہ آپ کو نیچے نہ آنا یگا (لوقا ۱۵ : ۶)۔

اب آپ بذریعہ ایمان مسیح کے جسم کا عضو یعنی حقیقی کلیسیا کا فرد بن گئے ہیں اور رُوحُ القدُس کے ذریعے آپ کی خداوند کے ساتھ دائمی رفاقت ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۲ : ۱۳)۔ اور اب جبکہ ہم آسمانی راہ پر ہو لئے ہیں تو خداوند چاہتا ہے کہ اس کے فرزند خیمہ گاہ سے باہر اس کے پاس چلیں (عبرانیوں ۱۳ : ۱۳) اور صرف اُسی کا نام لیں (متّی ۱۸ : ۲۰) جب تک کہ وہ ہمیں اپنے آسمانی گھر لے جانے کے لئے نہیں آتا جہاں ہم اُس کی مانند ہوں گے اور جلالی ابدی حالت میں اس کی حمد وثنا کرتے رہیں گے۔

مارسیلز کا کنجوس

فرانس کا شہر مارسیلز آج اپنے نواحی علاقے کے دیدہ زیب باغات کے لئے شہرہ آفاق ہے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب یہ خطہ بے آب وگیاہ اور خشک اور بنجر تھا۔ دراصل اس شہر میں مقامی طور پر پانی کی فراہمی کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے اس شہر کے لئے درکار پانی اُس نہر سے حاصل کیا جاتا ہے جو دریائے ڈیورنس Durance سے نکالی گئی ہے جو یہاں سے ۷۹ میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔ شہر کے خوشنما اور مشہور باغات کا وجود درحقیقت اِسی نہر کا مرہونِ منت ہے۔

اس نہر کی تعمیر کا کام ۱۸۳۷ء میں شروع ہوا تھا اور ۱۸۴۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اس نہر کی تعمیر سے بہت پہلے اسی شہر میں گائزن نامی ایک شخص رہتا تھا۔ وہ ہمہ وقت محنتِ شاقہ سے روپیہ کمانے اور ہر تجویز اور تدبیر سے روپیہ بچانے میں مصروف نظر آتا۔ مثلاً اس کی خوراک نہایت ہی سادہ، معمولی اور کم خرچ ہوتی تھی۔ اس کے پرانے اور گھسے پٹے کپڑے اس بات کی منہ بولتی تصویر تھے کہ انہیں ایک عرصے سے استعمال کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں وہ تنِ تنہا زندگی کے دن گذار رہا تھا، اور

اُس کے پاس سامانِ تعیش تو رہا ایک طرف، عام استعمال کی چیزوں کی بھی کمی تھی۔ لہٰذا مارسیلز کے لوگوں نے اُس کا نام "کنجوس مکھی چوس" رکھ دیا اور اگرچہ وہ اپنے روزمرّہ کے لین دین میں نہایت ہی دیانتدار تھا اور تمام فرائض کو خوش اسلوبی اور وفاداری سے ادا کرتا تھا تو بھی لوگ اُس سے نفرت کرنے لگ گئے تھے۔ گلی کے لڑکے بالے اُس کی خوب ہی مٹی پلید کرتے اور جب کبھی اُسے دیکھتے اُس کے پیچھے لگ جاتے اور کہتے "کنجوس مکھی چوس"، "کنجوس مکھی چوس"۔ تاہم وہ ان کی صلواتوں کا جواب دیئے بغیر چپ چاپ اپنی راہ لیتا اور اپنے کام کاج میں لگا رہتا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جب لڑکے اُسے خاص طور پر مخاطب کر کے کچھ کڑوی کسیلی سُناتے تو بھی وہ اُنہیں نرمی اور صبر و تحمّل سے جواب دیتا۔ اور اسی طرح دن گذرتے گئے۔

گذرتے دن، ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں بدل گئے لیکن گائزن کے رہن سہن میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی اور نہ اُس کے معاملے میں لوگوں کے رویے میں۔ اُس کا نہ تو کوئی دوست تھا اور نہ غمخوار کیونکہ سب اس کی کنجوسی اور بخل کی وجہ سے اُس کو قابلِ نفرت خیال کرتے تھے۔ پس جب وہ اپنے کام کاج کے سلسلہ میں اندر باہر آتا جاتا تو لوگ اُس کا مذاق اڑاتے یا اُس کی طرف دیکھ کر منہ پھیر لیتے۔

پھر رفتہ رفتہ اُس کی حرکات و سکنات سے ضعیف العمری کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ تاہم وہ لڑکھڑاتے قدموں سے لاٹھی کا سہارا لے کر معمول کے مطابق کام کرتا اور پیسہ کماتا رہا۔ اب اس کی کمر متواتر محنت و مشقت سے کمان کی طرح جُھک چکی تھی اور بال برف کی مانند سفید ہو گئے

تھے، اور پھر ایک دن وہ اِس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ اُس وقت اس کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔

اُس کی وفات کے بعد لوگ یہ سُن کر دنگ رہ گئے کہ اس نے ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی مالیت کا سونا اور چاندی جمع کر رکھا ہے۔ اُس کے اہم کاغذات اور دستاویزات میں سے اُس کی وصیت بھی دستیاب ہوئی جس میں ذیل کا پیراگراف شامل تھا:

"کسی وقت میں خود بھی بہت غریب تھا۔ تب میں نے دیکھا کہ مارسیلز کے غربا، صاف اور خالص پانی کی قلت کی وجہ سے سخت دشواریوں سے دوچار ہیں۔ چونکہ میں غیر شادی شدہ اور تنہا تھا اس لئے میں نے اپنی زندگی اس مقصد کے لئے وقف کر دی کہ اتنی رقم جمع کروں جس سے مارسیلز کے لوگوں کے لئے صاف پانی مہیّا کیا جا سکے تاکہ غریب سے غریب لوگوں کو بھی استعمال کے لئے کافی پانی مل سکے۔"

آہ، بے یار و مددگار، دھتکارا ہوا گائیٹن ساری عمر تنِ تنہا اُن لوگوں کو فائدہ اور فیض پہنچانے کے لئے کوشاں رہا جو تا حیات اُسے سمجھ نہ سکے تھے اور ہمیشہ اُس سے بدسلوکی کرتے اور اُس پر پھبتیاں کستے رہے تھے۔

سرزمین مشرق میں ایک اور شخص ایسا ہو گزرا ہے جس کے مقصدِ حیات کو کسی نے نہ سمجھا۔ ہاں جسے لوگوں نے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا جانا۔ اُس نے رضاکارانہ طور پر غریبی کو اختیار کیا۔ ہاں ایسی غریبی کہ اُس کے پاس سر چھپانے کی بھی جگہ نہ تھی۔ "وہ اگرچہ دولت مند تھا مگر تمہاری خاطر غریب بن گیا تاکہ تم اُس کی غریبی کے سبب سے

دولتمند ہو جاؤ" (۲-کرنتھیوں ۸ : ۹)۔ اس کے باوجود بھی لوگ اس حلیم مزاج شخص کے اس قدر خلاف تھے اور یہاں تک کینہ رکھتے تھے کہ وہ چلا چلا کر کہنے لگے" اس کو مصلوب کر۔ مصلوب!"

لیکن اُس نے اپنی قدرت اور قوت کو قابو میں رکھا اور اپنے آپ کو اُن کی مرضی کے تابع کر دیا تاکہ وہ اُن لوگوں کے ہاتھوں مصلوب ہو۔ جب وہ صلیب پر تھا تو بہتوں نے اُسے دیکھ کر اپنا سر ہلایا، اُس کا منہ چڑایا اور اُسے ٹھٹھوں میں اڑایا۔ ہاں وہ اُن کی نظروں میں انگشت نما بنا۔ وہ سب اُسے تاکتے اور گھورتے تھے (زبور ۲۲ : ۷، ۱۳، ۱۷)۔

"وہ ہمارے گناہوں کے لئے حوالے کر دیا گیا اور ہم کو راستباز ٹھہرانے کے لئے جلایا گیا (رومیوں ۴ : ۲۵)۔

عزیزم اگا ئزن کے وصیت نامہ کے مطابق مارسیلز کے تمام غرباء و مساکین کو تازہ پانی مل گیا۔ لیکن خداوند یسوع نے اپنی موت اور جی اُٹھنے سے بنی نوع انسان کے ہر مرد، عورت اور بچے کے لئے زندگی کا پانی فراہم کیا ہے۔ جو اس کی طرف رجوع لائے گا یہ زندگی کا پانی اُسے ابد تک مستقل ملتا رہے گا۔

گائزن یا کسی اور مصلح کی خود انکاری یا ایثار اُس قیمت کا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتا جو خداوند یسوع نے گنہگار کے لئے ادا کی، کیونکہ یہ قیمت اُسکی اپنی جان کی قربانی تھی۔ اور اُسی قربانی کی وجہ سے زندگی کا پانی آج بھی اسی روانی سے بہہ رہا ہے اور ہم بلا قیمت اور بے روک ٹوک اُس سے اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ کلام پاک میں مرقوم ہے:

" اے سب پیاسو پانی کے پاس آؤ اور وہ بھی جس کے پاس

پیسہ نہ ہو" (یسعیاہ ۵۵ : ۱) ۔ خداوند یسوع فرماتا ہے" اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آ کر پیئے" (یوحنا ۷ : ۳۷) ۔ جو مجھ پر ایمان لائے وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا" (یوحنا ۶ : ۳۵) ۔
"اور جو پیاسا ہو وہ آئے اور جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے" (مکاشفہ ۲۲ : ۱۷) ۔

نوٹ

خداوند یسوع مسیح کے بارے میں مزید معلومات اور مفت کتابچہ حاصل کرنے کے لئے درج ذیل پتہ پر لکھیے ۔

او ۔ ایم ۔ ٹی
پوسٹ بکس نمبر ۲۲۶۳
لاہور

گڈ نیوز بکس ۲ ۔ اے امپرس روڈ لاہور نے مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ کی معرفت طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر شائع کیا ۔